آزادیِ نسواں اور افکارِ اقبال

Freedom of Women and Iqbal's thought

Dr. Mubashir Hussain
Associate Professor Urdu, Govt. Associate College, Phalia
mubashirnike0@gmail.com

KEYWORDS
Freedom of Women
Western Civilization
Familial
Allama Iqbal
Feminism
Spiritual
Ethical Values
Collective Strength
Visionary Thinker

DATES

Received	**10-11-2025**
Accepted	**22-11-2025**
Published	**31-12-2025**

QR CODE

ABSTRACT

It is regrettable that during the period of decline, the Muslim world became increasingly influenced by the negative and disruptive effects of Western civilization. This influence extended beyond political and economic spheres and penetrated deeply into the moral, cultural, and familial structures of Muslim societies. One of its most significant manifestations was the emergence of so-called women's freedom movements, which spread rapidly across Muslim regions such as Egypt, Turkey, Iran, Syria, Iraq, Algeria, Indonesia, and the Indian Subcontinent .Under the banner of liberation and equality, these movements often challenged the moral framework provided by Islam, promoting unrestricted freedom and social practices alien to Islamic values. This led to the weakening of family institutions and a growing trend of unrestrained social interaction. In this critical context, Allama Muhammad Iqbal emerged as a visionary thinker who critically examined Western feminism and articulated an alternative Islamic perspective on women's dignity and freedom .This article analyzes Iqbal's views on women's freedom, highlighting his critique of Western civilization and his emphasis on moral restraint, family stability, and spiritual integrity. It argues that Iqbal did not oppose women's education or social participation; rather, he rejected unrestrained freedom that undermines ethical values and the collective strength of the Muslim Ummah.

https://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/174

تلخیص:

زوال کے دور میں یہ امر نہایت افسوس ناک ہے کہ عالمِ اسلام بتدریج مغربی تہذیب کے منفی اور انتشار انگیز اثرات سے متاثر ہوتا چلا گیا۔ یہ اثرات محض سیاسی اور معاشی دائروں تک محدود نہ رہے بلکہ مسلم معاشروں کی اخلاقی، تہذیبی اور خاندانی ساخت میں بھی گہرائی تک سرایت کر گئے۔ ان اثرات کی ایک نمایاں صورت نام نہاد خواتین کی آزادی کی تحریکوں کا ظہور تھا، جو مصر، ترکی، ایران، شام، عراق، الجزائر، انڈونیشیا اور برصغیر جیسے مسلم خطوں میں تیزی سے پھیل گئیں۔ آزادی اور مساوات کے نعروں کے تحت ان تحریکوں نے اکثر اسلامی اخلاقی نظام کو چیلنج کیا اور ایسی بے قید آزادی اور سماجی رویّوں کو فروغ دیا جو اسلامی اقدار سے ہم آہنگ نہ تھے۔ اس کے نتیجے میں خاندانی ادارے کمزور پڑنے لگے اور بے لگام سماجی اختلاط کا رجحان بڑھتا چلا گیا۔ ایسے نازک اور فکری بحران کے ماحول میں علامہ محمد اقبال ایک بصیرت افروز مفکر کے طور پر سامنے آئے، جنہوں نے مغربی نسائیت (فیمینزم) کا تنقیدی جائزہ لیا اور خواتین کے وقار اور آزادی کے بارے میں ایک متبادل اسلامی تصور پیش کیا۔ یہ مضمون خواتین کی آزادی کے حوالے سے اقبال کے افکار کا تجزیہ کرتا ہے، جس میں مغربی تہذیب پر ان کی تنقید اور اخلاقی ضبط، خاندانی استحکام اور روحانی سالمیت پر ان کے زور کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مضمون کا استدلال یہ ہے کہ اقبال خواتین کی تعلیم یا سماجی شرکت کے مخالف نہیں تھے، بلکہ وہ اس بے لگام آزادی کو مسترد کرتے تھے جو اخلاقی اقدار کو کمزور کر دے اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی قوت کو نقصان پہنچائے۔۔

نظامِ معاشرت کی تشکیل و تعمیر کے حوالے سے عورت کے کردار اور دائرہ عمل کے بارے میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں نے متنوع خیالات اور رویوں کو پیش کیا ہے مگر یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مصلحین، مفکرین اور متجددین کے خلوص و اخلاص اور تفکر و تدبر کے باوجود طبقہ نسواں کے لیے ایک متوازن اور معتدل لائحہ عمل کبھی بھی پیش نہیں کیا جاسکا۔ عورت مختلف تاریخی مراحل میں جس معاشرتی ظلم اور استحصال کا شکار رہی ہے اس سے مکمل نجات صرف اور صرف اسلام نے عطا کی ہے۔ اسلام کا حقیقی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عورت کے طبیعی اور فطری حقوق کا احترام پیدا کیا ہے اور معاشرے کی اجتماعی جدوجہد میں اس کے صنفی میلانات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے کردار کو متعین کیا ہے۔ چنانچہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے نتیجے میں ایک ایسا مثبت خاندانی نظام وجود پذیر ہوتا ہے جو ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔

یہ امر باعث صد افسوس ہے کہ امت مسلمہ نے اپنے دور زوال میں مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات کو بڑی سرعت کے ساتھ قبول کیا۔ اس وبائی مرض نے اجتماعیت کے دوسرے اداروں کی طرح عائلی نظام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چنانچہ پورے عالم اسلام مصر، ترکی، شام، عراق، ایران، الجزائر، انڈونیشیا اور برصغیر پاک و ہند میں آزادی نسواں کی نام نہاد تحریکیں پھلنے پھولنے لگیں۔ ان تحریکوں نے ہدف اوّل کے طور پر اسلامی معاشرے سے ستر وحجاب کے شرعی آداب کا خاتمہ کیا، پھر آزادانہ اختلاط

مر دوزن کی بھر پور حوصلہ افزائی کی اور بالآخر مساوات مر دوزن کے پر فریب نعرے کی آڑ میں عورتوں کو گھر کی محفوظ چار دیواری سے نکال کر کارخانوں، دفتروں اور اسمبلیوں میں پہنچانا شروع کر دیا۔ اس روز افزوں ملی انحطاط کے سد باب کے لیے مشیت ایزدی نے جن باشعور اور اہل درد اصحاب کو منتخب کیا ان میں اقبال کی شخصیت اپنے معاصرین کے مقابلے میں بہت نمایاں ہے۔

اقبال امت مسلمہ کے جدید مسائل کا عمیق نظری سے تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ "تقلید مغرب" محکومی و غلامی کا لازمی نتیجہ ہے کیونکہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ غالب اقوام کی سیف و تیغ سے جہاں سر قلم ہوتے ہیں وہاں ذہن و فکر بھی مجروح ہوتے ہیں اور بہت کم نفوس ایسے ہوتے ہیں جو ذہنی شکست سے اپنے افکار و خیالات کو محفوظ رکھ سکیں، لہٰذا:

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا   کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر (1)

اقبال نے واضح کیا کہ چودہ صدیوں پر محیط اسلامی معاشرے میں ستر و حجاب اور دیگر معاشرتی آداب پر امت کا تعامل ایک اٹل حقیقت ہے جسے عصر حاضر کے وقتی اور جذباتی انحرافات اور آوارگیوں کے ذریعے سے دبایا جا سکتا ہے اور نہ از کار رفتگی کی دلیل بنایا جا سکتا ہے البتہ جب تک مسلمان قرآنی نظام حیات کے ثمرات اور فیوض و برکات سے لاعلم رہیں گے، مغربی تہذیب کی چکا چوند ان کی نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی:

فروغ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحب ما زاغ
وہ بزم عیش ہے مہمان یک نفس دو نفس!
چمک رہے ہیں مثال ستارہ جس کے ایاغ (2)

چنانچہ اقبال نے انتشار، انحراف کج روی اور بے راہ روی کی لہر کو روکنے کے لیے ایک طرف مغربی تہذیب کے شجر خبیثہ پر بھرپور وار کیے اور دوسری طرف مغرب زدہ مسلمانوں کے سامنے اسلامی معاشرت کے شجر طیبہ کے شیریں برگ و بار کو حقیقی رنگوں اور ذائقوں کے ساتھ پیش کیا۔ انھوں نے قرآن و سنت کے علاوہ تاریخ، عمرانیات اور نفسیات سے بھرپور استدلال کر کے ثابت کیا کہ عورت کی تمام مساعی کے لیے اصل میدان گھر ہے۔ اس کے قلب و ذہن اور حسن و جمال کی تمام رعنائیاں اس لیے ہیں تا کہ تیرہ دروں گھروں میں اجالا ہو۔ گویا عورت کی غرض تخلیق رونق کاشانہ ہے نہ کہ شمع محفل۔ جب کبھی عورت نے گھر کی دہلیز امن و سکون کو پھاند کر زندگی کی پر شور وادیوں میں قدم رکھنے کی کوشش کی ہے، مرد کے مصائب و مسائل میں اضافہ ہوا ہے۔ تباہی و بربادی کے تمام بڑے بڑے واقعات میں عورت کا حسین ہاتھ کار فرما رہا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی تہذیبیں صرف اس لیے صفحہ ہستی سے معدوم ہو چکی ہیں کیونکہ انھوں نے مرد اور عورت کے دائرہ کار کے فطری توازن اور تناسب کو ملحوظ نہیں رکھا۔

اقبال قیام یورپ کے دوران مغربی تہذیب کو قریب سے مشاہدہ کر چکے تھے اس لیے وہ جانتے تھے کہ جن گھروں میں میاں بیوی کی سرگرمیوں میں فطری توازن موجود نہیں ہوتا وہ ایک ایسے معاشرتی اور نفسیاتی بحران کا شکار ہو جاتے ہیں جن کا مداوا ان

کی تہذیبوں میں دکھائی نہیں دیتا۔انھوں نے بتایا کہ مغربی معاشروں میں مساوات مرد وزن کا جو ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے یہ محض ایک کھوکھلا نعرہ ہے جس کے اثرات عبرت انگیز مناظر پیش کررہے ہیں۔ حریت نسواں کے نام پر جو سرگرمیاں وہاں جاری ہیں وہ خواتین کے احترام میں اضافے کی بجائے ان کی تحقیر اور تذلیل کا باعث بن رہی ہیں۔یورپ میں چکاچوند کرنے والی روشنی علم وہنر ایک تہذیبی مفلسی اور ثقافتی انتشار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔وہ عورت کو جس ترغیب اور تشویق کے ذریعے کارخانوں، دفتروں اور اسمبلیوں میں لانے میں کامیاب ہوئے ہیں اس کے نتیجے میں انھوں نے اپنے خاندانی نظام کو جس درجہ تباہ وبرباد کرلیا ہے یہ ایک المناک باب ہے جس کے خاتمے کے لیے مغربی دانشور سرجوڑ کر بیٹھنے پر مجبور ہیں لہٰذا اس صورت حال سے عبرت کا ساماں حاصل کرکے اہل مشرق کو اسلامی تہذیب کے محفوظ قلعے میں پناہ گزیں ہونا چاہیے۔

اقبال کے نزدیک عورت کی غایت تخلیق فقط نوع انسانی کی تکثیر، حفاظت اور تربیت ہے۔اسی مقصد کی انجام دہی کے لیے اس کی شخصیت کے عناصر ترکیبی کو مرتب کیا گیا ہے۔عورتوں کو محبت، بردباری، قوت برداشت، صبر و تحمل، نرم دلی،نزاکت احساس اوراخلاص کے جذبات اس لیے ودیعت کیے گئے ہیں کہ ماں بننے کے لے اسی اسلوب کی نفسیات اور اخلاق کا ہوناضروری ہے۔چنانچہ عورت اپنے کمال کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک وہ کسی مرد کی بیوی اور بچوں کو صحیح تربیت دینے والی ماں نہ ہو۔اگر کسی عورت کے بطن سے ایک مرد مومن پیدا ہوجائے جو حق کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے تو گویا اس نے اپنے منشاء وجود کو پورا کردیا، کیونکہ:

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
چشم ہوش از اسوہ زہراؓ مبند
تا حسینؓ شاخ تو بار آورد
موسم پیشیں بگلزار آورد(3)

اقبال عورت کی ملازمت کی مخالفت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے تواسے کسی دوسرے کام کی فرصت نہیں مل سکتی۔ مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے ٹائپسٹ یا کلرک بنادینا نہ صرف قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔"(4)

اقبال جس قدر مرد کی خلاقیت اور فعالیت کا ذکر کرتے ہیں کم و بیش اُسی قدر وہ عورت کے مسئلے میں اس کی مادریت اور امومت کا ذکر کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ مرد کی خلاقیت ذہن سے مربوط ہے اور عورت کی اس کے رحم سے یہ دونوں ایک دوسرے

کا تکملہ ہیں۔ عورت کی استعداد مرد کے سہارے کے بغیر چمک نہیں دکھا سکتی جبکہ مرد کے جوہر کو فطرت بے منت غیر عیاں کرتی ہے:

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر!
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ شوق
آتشیں لذت تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرار حیات
گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود(5)

اقبال کے نزدیک عورت لذت تخلیق کا پیکر مجسم ہے۔ اس کی خودی امومت کے فرائض انجام دے کر ہی مستحکم ہو سکتی ہے۔ اگر وہ فطرت کی متعین کردہ شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گی تو نامرادی کی گھاٹیوں میں بھٹک جائے گی۔ فطرت کا منشا یہی ہے کہ وہ اپنے سوز دروں سے اسرار حیات کی حفاظت کرے، اپنے ذاتی جوہر کو نمایاں کرے اور نسل انسانی کی اس انداز سے چمن بندی کرے کہ اس کا ہر نخل فکر و عمل کے بہترین اثمار سے مالا مال ہو۔ اقبال عورت کو سرمایہ ملت کا نگہدار سمجھتے ہیں اور اسے اس کی ذمہ داری سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

آب بند نخل جمعیت توئی
حافظ سرمایہ ملت توئی
از سر سود و زیاں سودا مزن
گام جز بر جادۂ آبا مزن
ہوشیار از دست برد روز گار
گیر فرزنداں خود را در کنار(6)

ان کے نزدیک تہذیب و تمدن کی اس سے بڑھ کر اور کوئی خدمت نہیں کہ عورت اپنی عزت نفس کو برقرار رکھتے ہوئے نوع انسانی کی بقا اور تربیت کی ذمہ داری قبول کر لے۔ اقبال امومت کو رحمت سمجھتے ہیں جس کو نبوت سے خاص نسبت ہے:

نیک اگر بینی امومت رحمت است
زانکہ او را با نبوت نسبت است
شفقت او شفقت پیغمبر است
یرت اقوام را صورت گر است
از امومت پختہ تر تعمیر

ما در خط سیمائے او تقدیر ما(7)

اسلام تمدنی زندگی میں طبقہ نسواں کے لیے نہایت عزت واحترام کے جذبات کی آبیاری کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے نہایت موثر انداز میں تاکید کی ہے کہ انسان سازی اور انسان آفرینی کی اس مہم میں عورتوں کو جن آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ معاشرے میں بحیثیت ماں ان کا بھرپور احترام کیا جائے۔ اسی طرح پیغمبر رحمتؐ نے جنت کو ماؤں کے قدموں تلے بتا کر ایک طرف تو اس کی عظمت و عزت کا اظہار کیا ہے اور دوسری طرف اس کے فرائض امومت کو واضح کیا ہے کہ جنت اسی وقت اس کے قدموں تلے ہو گی جب کہ وہ ماں بنے گی:

گفت آں مقصود حرف کن فکاں
زیر پائے امہات آمد جناں
ملت از تکریم ارحام است و بس
ورنہ کار زندگی خام است و بس(8)

فزیالوجی اور سائیکالوجی کی مسلمہ تحقیقات نے بھی قدرت کے اس فیصلے کی تصدیق کی ہے کہ عورت جسمانی اور روحانی طور پر بار امومت کو اٹھانے کے لیے تخلیق کی گئی ہے لہٰذا اس کا خارجی زندگی کے پر خطر معرکوں میں شریک ہونا اپنے فطری جذبات کو قتل کرنے، ملکات کو مسخ کرنے اور ترکیبِ جسمانی کو بگاڑنے کی کوشش ہے۔ اقبال کے خیال میں بیرون خانہ عورتوں کی دلچسپیوں کے منتقل ہونے کا اصل سبب مرد ہے:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں!
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں(9)

کیونکہ عائلی نظام میں مرد کی حیثیت حاکم اور نگران کی ہے چنانچہ اس کا فرض ہے کہ وہ عورت کو اس کے دائرہ کار تک محدود رکھے بصورت دیگر نہ صرف عائلی نظام بلکہ تہذیب و تمدن کا تاج محل زمین بوس ہو جائے گا:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد(10)

چنانچہ اقبال مغربی تہذیب کے دانشوروں سے سوال کرتے ہیں:

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بیکارو زن تہی آغوش(11)

اقبال شکوہ کناں ہیں کہ مغربی تہذیب نے اخلاقی پابندیوں کی تمام حدود کو توڑ کر فرد کی آزادی کو بے لگام کر دیا ہے چنانچہ عورتوں نے اپنے فطری وظائف کو خیر باد کہہ کر ہر معاملے میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا ہونے کو مقصد حیات سمجھ لیا ہے جس کے باعث معاشرت کی بند شیں ٹوٹ گئیں، گھرانے اور کنبے کی شاندار عمارت منہدم ہو گئی، زن و شوئی آتش محبت سرد ہو گئی اور بچوں کے لیے مامتا کا حسین تصور قصہ پارینہ ہو گیا۔ عائلی تعلقات کی اس مسلسل شکست و ریخت، کسی اخلاقی ضابطے کے بغیر مرد و زن کے آزادانہ ارتباط اور طلاق کی بڑھتی ہوئی رفتار نے خواتین کی زندگی کو جہنم زار بنا دیا ہے۔ اقبال مغربی تہذیب کے فسادِ اخلاق اور طبقہ نسواں کی بیرون خانہ سرگرمیوں کے محرکات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یک زوجگی کا قبیح ترین پہلو بیشتر مغربی ممالک میں ان فاضل عورتوں کی کثرت ہے جنھیں شوہر میسر نہیں آتے اور وہاں مختلف سیاسی و معاشرتی عوامل ایسی عورتوں کی تعداد میں اضافے کا باعث ہیں۔ وہ مائیں نہیں بن سکتیں اور نتیجۃً پرورش اطفال کے بجائے انھیں دیگر مشاغل تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ وہ مجبور ہیں کہ اولاد کے عوض تصورات کو جنم دیں۔ حال ہی میں انھوں نے ووٹ برائے خواتین کے ولولہ انگیز تصور کو جنم دیا ہے۔۔۔۔ یورپ میں انتخاب نسواں کی تحریک درپردہ ووٹوں کے بجائے شوہروں کی طلب پر مبنی ہے۔"(2)

اقبال کا خیال ہے کہ اگر عورت منزلی دائرے سے تجاوز کر کے سیاست و معیشت کی آلودگیوں میں پھنسے گی تو وہ اپنا نسوانی جوہر بھی کھو دے گی اسی طرح مرد و زن کی کامل مساوات کے مسئلے پر انھوں نے دو ٹوک الفاظ میں واضح کیا:

"میں مرد اور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوں۔ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کیں اوران فرائض جداگانہ کی صحیح اور بقاعدہ انجام دہی خانوادہ انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے، عورتوں کا آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہو گا۔(13)

اقبال کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ مغرب میں طبقہ نسواں نے مساوات مرد وزن کے نعرے سے سرشار ہو کر ہر اعتبار سے مردوں کے بالکل مساوی بننے کے شوق میں اباحیت مطلقہ انتشار اور جنسی آوارگی کی جس شاہراہ کو اختیار کیا ہے، مشرقی تجدد پسند بھی اس شاہراہ پر چلنے کو ترقی اور آزادی کا اصل معیار سمجھنے لگے ہیں۔ اقبال نے ''جاوید نامہ''میں تجدد پسند عورت کا بھرپور خاکہ پیش کیا ہے۔ عالم علوی کی سیر کے دوران میں دوشیزہ مریخ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ ایک وسیع و عریض میدان میں مردوں اور عورتوں کا ہجوم تھا۔ اس ہجوم میں ایک بلند و بالا اور روشن جبین عورت نظر آئی لیکن اس کے چہرے کی رونق میں نور جاں کی کمی محسوس ہوتی تھی، اس کی باتیں بے سوز اور آنکھیں بے نم تھیں، وہ سرور آرزو سے یکسر محروم تھی۔ اس کا سینہ جوش شباب سے عاری اور عشق وشوق کی لذتوں سے بے خبر تھا۔ حکیم مریخی نے اقبال کو بتایا کہ یہ عورت فرنگستان کی رہنے والی ہے اور نبوت کی مدعی ہے۔ اس کا پیغام صنف نازک کو مرد کی غلامی سے آزاد کرانا ہے۔ مختصر طور پر اس کی تعلیم یہ ہے:

اے زناں، اے مرداں، اے خواہراں
زیستن تا کے مثال دلبراں
دلبری اندر جہاں مظلومی است
دلبری محکومی و محرومی است
درد و گیسوشانہ گردانیم ما
مردرا نخچیر خود دانیم ما
مرد صیادی بہ نخچیری کند
گرد تو گرد کہ زنجیری کند
ہم برا و بودن آزاد حیات
وصل او زہر و فراق او نبات
مار پیچاں از خم و پیچش گریز
زہرہائش را بخون خود مریز
از اُمومت زرد روئے مادراں
اے خنک آزادی نے شوہراں(14)

پھر آگے چل کر وہ اپنی ہم صنفوں کو سمجھاتی ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ سائنس نے تمام اقدارِ حیات کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اب نسلِ انسانی بغیر عورتوں کے بھی جاری رہ سکے گی۔ سائنس دانوں کے معملوں میں جتنی آبادی کی ضرورت ہو گی اتنے بچے پیدا کر لیے جائیں گے۔ ضرورت کے مطابق لڑکے ہوں گے اور ضرورت کے مطابق لڑکیاں ہوں گی۔ انسانی عقل اب اسرارِ حیات کو اس طرح جدید طور پر ظاہر کرے گی اور تارِ حیات بے مضراب کے اپنے نغمات پیدا کر سکے گا، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم بھی مردوں کی طرح آزاد نہ ہوں:

حاصلے برداری از کشتِ حیات
ہر چہ خواہی از بنین و از بنات(15)

اور

پرورش گیرد جنیں نوعِ دگر
بے شبِ ارحامِ دریا بد سحر!
خود بخود بیروں فتد اسرارِ زیست
نغمہ بے مضراب بخشد تارِ زیست
خیز و بافطرت بیا اندر ستیز
تا ز پیکار تو حر گردد کنیز(16)

اقبال اس طرزِ فکر اور دعوتِ حریت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت(17)

اقبال عورتوں کے لیے ایسی تعلیم کو نہایت مضر خیال کرتے ہیں جس سے مادریت اور عشق و محبت کے لطیف و عفیف جذبات کو خطرہ لاحق ہو۔ عورتوں کے لیے نصابِ تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"کسی معاشرے میں مذہب کا سب سے بڑا امین کون ہوتا ہے؟ عورت ہوتی ہے۔ مسلم خواتین کو صحیح مذہبی تعلیم حاصل ہونی چاہیے کیونکہ وہی قوم کی حقیقی معمار ہیں۔ میں آزاد نظامِ تعلیم کا قائل نہیں۔ تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضروریات کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیشِ نظر مسلم بچیوں کے لیے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین جن میں عورت کو نسوانیت اور

دین سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیم نسواں کے نصاب سے خارج کر دیے جائیں۔"(18)

گویا

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن!
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت(19)

مشرق کے متجددین کی فکر پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خاتون کے تن مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور وہ اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کر دے گی۔ شاید یہ بات درست ہو لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پا کر اسے ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغوں کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا۔"(20)

اقبال کہتے ہیں کہ اگر عورت شعر و ادب یا سائنس و ٹیکنالوجی میں مردوں سے آگے بڑھ جانے کے شوق میں اس نسوانی جوہر سے محرومی اختیار کر لیتی ہے جو نسوانیت کی جان ہے یا دوسرے لفظوں میں انسان آفرینی اور انسان سازی کے اس عظیم منصب سے دست بردار ہو جاتی ہے جس کے لیے فطرت نے اسے دنیا میں بھیجا ہے تو اس کا وجود گلزار ملت کے لیے باد سموم اور پیغام خزاں کی حیثیت رکھتا ہے:

علم اوبار امومت بر نتافت
بر سر شامش یکے اختر نتافت
ایں گلاز بستان ما نارستہ بہ
داغش از دامان ملت شستہ بہ(21)

چنانچہ اقبال کہتے ہیں کہ عورت کا نصب العین یہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ افلاطون کے سے مکالمات لکھے اور اپنے علم و فضل کا سکہ بٹھائے بلکہ یہ کہ مسیحا و افلاطون اس کی آغوش محبت میں پرورش پائیں اور یہ وہ شرف ہے جس کے آگے ہر شرف ہیچ ہے:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزدروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی کہ
ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں!
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن!
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں(22)

جدید تہذیب کے علمبر داروں کے خیال میں پردہ ترقی کی راہ میں شدید رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔حالانکہ یہ نظریہ ایک فریب کے سوا کچھ نہیں۔یہ محض عورتوں کو گھر سے نکال کر رونق محفل بنانے کا ایک بہانہ ہے۔قدرت نے عورت کے ذمے جو کام لگائے ہیں وہ پردے میں بھی سر انجام دیے جاسکتے ہیں۔جس طرح خالق کائنات پس پردہ ہی کارگہ عالم کو چلا رہا ہے۔اس کی ذات گو حجاب قدس میں ہے لیکن اس کی صفات کی پر چھائیاں بحرو بر پر پھیلی ہوئی ہیں۔ مسلمان عورت کو پردہ کے اہتمام کے ساتھ معاشرے میں اس طرح رہنا چاہیے کہ اس کے نیک اثرات معاشرے پر مرتب ہوں اور اس کے پر تو سے حریم کائنات اس طرح روشن رہے جس طرح ذات باری کی تجلی حجاب کے باوجود کائنات پر پڑ رہی ہے:

ضمیر عصر حا ضر بے نقاب است
کشادش در نمود رنگ و آباست
جہانتابی زنور حق بیا موز
کہ اوبا صد تجلی در حجاب است(23)

اقبال کہتے ہیں کہ اس دور میں حکمت فرعونی تبدیل ہو گئی ہے،اب بچوں کو جسمانی طور پر قتل نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی روحوں کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔بے پردہ عورتیں جو بن سنور کر بازاروں،دفتروں اور اسمبلیوں میں مردوں کی نظروں کے لیے سامان عیش فراہم کرتی ہیں،مجاہد بچوں کو جنم نہیں دے سکتیں۔ان کی آغوش میں پرورش پانے والے لڑکے اور لڑکیاں معاشرتی بگاڑ اور ملی زوال کا باعث بن رہے ہیں:

بے نصیب آموز اولاد غیور
جاں بہ تن چو مردہ در خاک گور
از حیا بیگانہ پیران کہن
نوجواں چوں زناں مشغول تن
دردل شاں آرزو ہابے ثبات
مردہ زایند از بطون امہات
دختران او بزلف خود اسیر
شوخ چشم و خودنما و خردہ گیر
ساختہ پرداختہ دل باختہ
ابرواں مثل دو تیغ آختہ(24)

اقبال پردے کی حمایت و تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پردے کی وجہ سے عورت کو یکسو ہو کر اپنی صلاحیتوں کو نسلوں کی تربیت پر صرف کرنے اور اپنی ذات کے امکانات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔علاوہ ازیں گھر کے پر سکون ماحول کے اندر اسے زندگی

کے مسائل اور معاشرتی موضوعات کو سوچنے سمجھنے کی فرصت نصیب ہوتی ہے۔اس طرح وہ اپنے اور دوسروں کے لیے بہتر کارگزاری کرسکتی ہے:

رسوا کیا اس دور کو جلوت کي ہوس نے
روشن ہے نگہ ، آئنہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپني حدوں سے
ہو جاتے ہيں افکار پراگندہ و ابتر
آغوش صدف جس کے نصيبوں ميں نہيں ہے
وہ قطرہ نيساں کبھي بنتا نہيں گوہر(25)

ماں کی آغوش بچوں کے لیے اولین درسگاہ کا درجہ رکھتی ہے اور بچپن کی تربیت کے اثرات ہمیشہ کے لیے قلب و ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اقبال ملت اسلامیہ کی ماؤں کو حضرت فاطمہ زہراؓ کی اتباع کی پر زور تاکید کرتے ہیں کیونکہ وہ چکی پیستے ہوئے بھی قرآن پڑھتی رہتیں۔ سیرت کی اس پختگی کے باعث حضرت حسینؓ جیسے مرد مجاہد ان کی آغوش میں پروان چڑھے:

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآن سرا

اگر مسلمان عورتیں حضرت فاطمہ زہراؓ کی سیرت کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کی راہیں متعین کریں تو وہ بھی حسینؓ جیسے بیٹے کی ماں بن کر حیات جادوانی حاصل کرسکتی ہیں:

اگر پندے ز درویشے پذیری
پندے ہزار امت بمیرد تونہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرؓ بگیری(27)

چونکہ اقبال کے تصوراتِ معاشرت اسلامی تعلیمات پر مبنی ہیں اس لیے صنف نازک کے معاملے میں بھیان کا نقطہ نظر وہی ہے جو ان کے نزدیک اسلامی تہذیب کے اصل رنگ کو برقرار رکھنے والا ہے۔ البتہ روشن خیالی کے علمبر اداروں کے لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلام ہرگز ترقی نسواں پر ناک بھوں نہیں چڑھاتا اور اس بات کی تلقین نہیں کرتا کہ عورتوں کی ذہنی و فکری صلاحیتیں اجتماعی کردار کی شکل اختیار نہ کریں یا ان کی خداداد صلاحیتوں سے معاشرہ بہرہ مند نہ ہو بلکہ اسلامی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ تعلیم و تربیت اور اجتماعی حقوق و فرائض کے مسئلے پر غور کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ عورتیں زندگی کی ایسی

راہ پر نہ چل پڑیں جس سے خود ان کا وجود ان کی فطرت، ان کا مزاج اور ان کی روح مجروح ہو۔ یہ ترقی کریں، علم و عرفان کے آخری فرازوں تک پہنچیں اور پورے معاشرے کے لیے ان کی تگ و تاز خیر و برکت کا موجب ہو لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کو کسی مر حلہ پر بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ انھیں انسانیت کے قافلے کو آگے بڑھانا ہے، انھیں اپنے کردار سے تہذیب انسانی کی زلف و کاکل کو سنوارنا ہے۔ انھیں اپنے چلن میں عفاف و پاکیزگی اور نسوانی وقار کی ان خوبیوں کی تجدید کرنا ہے جو ان کی ذات کا جز اور اصل جوہر بھی ہے اور خود ان کی عائلی زندگی کی شادمانیوں کی بہترین ضامن بھی۔

حوالہ جات

1. اقبال، کلیاتِ اقبال: اردو، اشاعت دوم (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1994ء)، 396۔
2. اقبال، کلیاتِ اقبال: اردو، 453۔
3. اقبال، کلیاتِ اقبال: فارسی (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1994ء)، 338۔
4. وحید الدین، فقیر، سید، روزگار فقیر، جلد دوم (کراچی: فقیر سید وحید الدین، 1970ء)، 216۔
5. اقبال، کلیاتِ اقبال: اردو، 462۔
6. اقبال، کلیاتِ اقبال: فارسی، 338۔
7. ایضاً، 326۔
8. ایضاً، 328۔
9. اقبال، کلیاتِ اقبال: اردو، 458۔
10. ایضاً، 461۔
11. ایضاً، 458۔
12. اقبال، شذراتِ فکر اقبال، مترجم ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1973ء)، 115۔
13. عبدالواحد، سید، مقالاتِ اقبال (لاہور: طفیل آرٹ پرنٹرس، 1982ء)، 177۔
14. اقبال، کلیاتِ اقبال: فارسی، 1386۔
15. ایضاً
16. ایضاً، 1388۔

17. اقبال، کلیات اقبال: اردو، 461۔
18. اقبال، شذرات فکر اقبال، 48۔
19. اقبال، کلیات اقبال: اردو، 461۔
20. اقبال، شذرات فکر اقبال، 195۔
21. اقبال، کلیات اقبال: فارسی، 330۔
22. اقبال، کلیات اقبال: اردو، 460۔
23. اقبال، کلیات اقبال: فارسی، 1920۔
24. ایضاً، 1600۔
25. اقبال، کلیات اقبال: اردو، 459۔
26. اقبال، کلیات اقبال: فارسی، 334۔

References in Roman Script

1. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, Ashaat Dovum (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1994), 396.
2. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 453.
3. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1994), 338.
4. Waheeduddin, Faqir, Ruzgar-e-Faqir, Jild Dovum (Karachi: Faqir Syed Waheeduddin, 1970), 216.
5. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 462.
6. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 338.
7. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 326.
8. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 328.
9. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 458.
10. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 461.
11. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 458.
12. Iqbal, Shazrat-e-Fikr-e-Iqbal, Mutarjim Dr. Iftikhar Ahmad Siddiqui (Lahore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, 1973), 115.
13. Abdul Wahid, Syed, Maqalaat-e-Iqbal (Lahore: Tufail Art Printers, 1982), 177.
14. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 1386.
15. Ibid
16. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 1388.

17. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 461.
18. Iqbal, Shazrat-e-Fikr-e-Iqbal, 48.
19. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 461.
20. Iqbal, Shazrat-e-Fikr-e-Iqbal, 195.
21. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 330.
22. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 460.
23. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 1920.
24. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 1600.
25. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Urdu, 459.
26. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal: Farsi, 334.